عبارت

عتیق اللہ

عتیق اللہ

اب ایسی شب کی سیاہی کا رزق میرا نصیب
اب ایسے دن ہیں تو اِن پر گذارا کرنا ہے

عزیزی راغب اختر کے لیے
اس دعا کے ساتھ کہ خدا ان کے
حوصلے بلند رکھے
عتیق اللہ
۱۲/۶/۱۴

عبارت

عتیق اللہ

کتابی دنیا۔ دہلی

IBARAT

by

Ateequllah

(M) 9810533212

Email:shabi184@gmail.com

Year of Ist Edition 2012

ISBN:978-93-80919-40-9

Price Rs.200/=

کتاب کا نام	:	عبارت
مصنف	:	عتیق اللہ
سرِ ورق	:	پروین شیر
طبع اول	:	2012
تعداد	:	500
کمپوزنگ	:	محمد نوشاد عالم(9015763829)
قیمت	:	200/=
مطبع	:	ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ پرنٹرس دہلی

Kitabi Duniya

1955, Gali Nawab Mirza, Mohalla Qabristan,

Opp. Anglo Arabic School, Turkman Gate, Delhi-110006 India

Mob: 9313972589, Ph: 011-23288452

E-mail:kitabiduniya@rediffmail.com

kitabiduniya@gmail.com

پروین شیر کے نام

کبھی تو توڑ مری ایک سی انا کا بھرم
کبھی تو ریڑھ کی ہڈی میں قہر بن کر آ

مشمولات

مجھ میں خود میری عدم موجودگی شامل رہی
ورنہ اِس ماحول میں جینا بہت دشوار تھا

○

زمیں تری آسمان تیرا
کہیں نہیں درمیان تیرا

زبان کوتاہ پڑگئی ہے
مگر میں رطب اللّسان تیرا

تو ساتھ چل دو قدم ہمارے
اگرچہ یہ بھی جہان تیرا

نہایتِ بے کراں کی ضد ہوں
مرے لیے آسمان تیرا

تمام ہے نارسائی مجھ پر
غیاب میں ہر نشان تیرا

میں پر بُریدہ اڑان پر ہوں
کُھلا ہوا سائبان تیرا

○

مرے بازوؤں پہ اُتر ذرا
مرے ساتھ کوئی سفر ذرا

مری ظُلمتوں میں مقام کر
مرے آنسوؤں میں ٹھہر ذرا

مرے باغ لُو سے جھلس گئے
کوئی برگ کوئی ثمر ذرا

مرا سینہ شق، مری چشم نم
کبھی ہوسکے تو اِدھر ذرا

یہی کاندھے میری زمین ہیں
وہ پہاڑ مجھ پہ تو دھر ذرا

وہ کہ ہم تھے جاں سے گذر گئے
کبھی آزما یہ ہُنر ذرا

○

تو بھی تو ایک لفظ ہے، اِک دن مرے بیاں میں آ
میرے یقیں میں گشت کر، میری حدِ گماں میں آ

نیندوں میں دوڑتا ہوا، تیری طرف نکل گیا
تو بھی تو ایک دن کبھی، میرے حصارِ جاں میں آ

اِک شب ہمارے ساتھ بھی، خنجر کی نوک پر کبھی
لرزیدہ چشمِ نم میں چل، جلتے ہوئے مکاں میں آ

نرغے میں دوستوں کے تو، کب تک رہے گا سُرخ رُو
نیزہ بہ نیزہ، دو بہ دو، صف ہائے دشمناں میں آ

اِک روز فکرِ آب وناں، تجھ کو بھی ہو جانِ جہاں
قوسِ ابد کو توڑ کر، اِس عرصہِ زیاں میں آ

○

سارے سخن تیرے لیے، تیرے لیے سارے بیاں
بھولا ہوا سا نام میں ، مٹتا ہوا میرا نشاں

پھولوں میں ایک نام ہے جس کا یہ دل غلام ہے
خوش بوئیں جس کی چارسو، جو ہے کراں تا بہ کراں

میری بھی کوئی ذات ہے، یہ کوئی کائنات ہے
اپنی حدوں پہ بار ہوں، اپنی حدوں کے درمیاں

دستِ دعا بلند کر ، چمکائے رکھ اپنے شرر
دیوارِ جاں کی ڈھال پر، چپکا دے کاٹ کر زباں

○

کچھ اور دن ابھی اس جا قیام کرنا تھا
یہاں چراغ، وہاں پر ستارہ دھرنا تھا

وہ رات نیند کی دہلیز پر تمام ہوئی
ابھی تو خواب پہ اک اور خواب دھرنا تھا

اگر رسا میں نہ تھا وہ بھرا بھرا سا بدن
رگِ خیال سے اس کو طلوع کرنا تھا

نگاہ اور چراغ اور یہ اثاثۂ جاں
تمام ہوتی ہوئی شب کے نام کرنا تھا

گریز ہوتا چلا جارہا تھا مجھ سے وہ
اور ایک پل کے سرے پر مجھے ٹھہرنا تھا

○

قلب گہہ میں ذرا ذرا سا کچھ
زخم جیسا چمک رہا تھا کچھ

یوں تو وہ لوگ مجھ ہی جیسے تھے
ان کی آنکھوں میں اور ہی تھا کچھ

تھا سرِ جسم اک چراغاں سا
روشنی میں نظر نہ آیا کچھ

ہم زمیں کی طرف جب آئے تھے
آسمانوں میں رہ گیا تھا کچھ

دوسروں کی نظر سے دیکھیں گے
دیکھنا کچھ تھا ہم نے دیکھا کچھ

کچھ بدن کی زبان کہتی تھی
آنسوؤں کی زبان میں تھا کچھ

○

مرے سپرد کہاں وہ خزانہ کرتا تھا
سلوک کرتا تھا اور غائبانہ کرتا تھا

عجیب اُس کی طلب تھی، عجب تھا اسپ سوار
کہ مِلک و مال کی پروا ذرا نہ کرتا تھا

شعارِ زیست ہنر تھا سو ہم نہ جان سکے
جو کام ہم نے کیا دوسرا نہ کرتا تھا

سفر گرفتہ رہے کشتگانِ نان و نمک
ہمارے حق میں کوئی فیصلہ نہ کرتا تھا

فضا میں ہاتھ تو اٹھے تھے ایک ساتھ کئی
کسی کے واسطے کوئی دعا نہ کرتا تھا

تمام صورتِ ترتیب اُس کو آتی ہے
اگرچہ خیر کو شر سے جدا نہ کرتا تھا

وہ قلب گاہ تمنا میں اِک چراغ کی لو
کو تیز رکھتا تھا، نذرِ ہوا نہ کرتا تھا

اٹھا رکھا تھا اسی پر سے اعتبار تمام
اور انتظار بھی اُس کا زمانہ کرتا تھا

انھیں گھروں سے عبارت ہے اپنی شام جہاں
چراغِ طاق بھی اکثر جلا نہ کرتا تھا

○

چلو، سُرنگ سے پہلے گزر کے دیکھا جائے
پھر اُس پہاڑ کو کاندھوں پہ دھر کے دیکھا جائے

اِدھر کے سارے تماشوں کے رنگ دیکھ چکے
اب اُس طرف بھی کسی روز کے مر کے دیکھا جائے

وہ چاہتا ہے کیا جائے اعتبار اُس پر
تو اعتبار بھی کچھ روز کر کے دیکھا جائے

کہاں پہنچ کے حدیں سب تمام ہوتی ہیں
اِس آسمان سے نیچے اُتر کے دیکھا جائے

یہ درمیان میں کس کا سراپا آتا ہے
اگر یہ حد ہے تو حد سے گزر کے دیکھا جائے

یہ دیکھا جائے وہ کتنے قریب آتا ہے
پھر اُس کے بعد ہی انکار کر کے دیکھا جائے

گزارنے کے لیے زندگی بہت کم ہے
گزارہ اور کسی طرح کر کے دیکھا جائے

ہزاروں کام ادھورے پڑے ہوئے ہیں ابھی
بہت ضروری ہوا تب ہی مر کے دیکھا جائے

خیال و خواب سے جس کے حدود ملتے ہیں
اب اس بدن میں کوئی دن ٹھہر کے دیکھا جائے

اس انتظار میں کتنے ہی سال بیت گئے
کہ ایک بار اسے آنکھ بھر کے دیکھا جائے

○

کبھی گلو، کبھی خنجر مجھے دکھائی دیا
یہ ایک خواب ہی اکثر مجھے دکھائی دیا

بہت سے گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں پہلے
پھر اُس کے بعد وہ منظر مجھے دکھائی دیا

ابھی تو نوک ہی چمکی تھی اُس کے نیزے کی
بلندیوں پہ مرا سر مجھے دکھائی دیا

میں دیکھتا ہی تھا اُس کو کہ ایک ہاتھ اُٹھا
پھر اُس کی پیٹھ میں خنجر مجھے دکھائی دیا

میں رنگ دیکھ کے شب کا پلٹنے والا تھا
کہ اِک ستارہ اُفق پر مجھے دکھائی دیا

میں جھک کے دیکھ رہا تھا کہ ہے چمک کیسی
اِک اور نقش سا دل پر مجھے دکھائی دیا

جب اُس کو چند قدم دور رکھ کے دیکھا ہے
وہ شخص مجھ سے بھی بہتر مجھے دکھائی دیا

مرا بھی کوئی تعلق ہے اُس کی نیند کے ساتھ
یہ خواب، خواب کے اندر مجھے دکھائی دیا

O

اندھیرا میرے باطن میں پڑا تھا
کوئی مجھ کو پکارے جا رہا تھا

ہم اپنے آسمانوں میں کہیں تھے
ہمارے پیچھے کوئی آ رہا تھا

اُفق سنسان ہوتے جا رہے تھے
سکوتِ وصل کا منظر بھی کیا تھا

چمک کیسی بدن سے پھوٹ نکلی
ہمارے ہاتھ میں کِس کا سرا تھا

سرِ لمسِ بدن جو لذّتیں تھیں
خطا کے بطن میں جو کیف سا تھا

میں صدیوں اُس طرف تھا اور وہ مجھ کو
مری موجودگی میں دیکھتا تھا

کوئی شب ڈھونڈتی تھی مجھ کو اور میں
تری نیندوں میں جا کر سو گیا تھا

اُسی نے ظلمتیں پھیلا رکھی ہیں
اساسِ خواب پر جس کو رکھا تھا

○

کیسۂ درویش میں جو بھی ہے زر اتنا ہی ہے
اور دیکھا جائے تو مجھ کو خطر اتنا ہی ہے

پاؤں رکھنے کے لیے کوئی جگہ تو چاہیے
شہر کے اس باب میں میرا گزر اتنا ہی ہے

میں جہاں پہنچا نہیں ایسے بھی ویرانے بتا
دوست! اپنا رشتہ دیوار ودر اتنا ہی ہے

ایک مشتِ خاک یہ اور وہ ہوائے تند و تیز
اور ترا احسان میری ذات پر اتنا ہی ہے

اِس گلی سے اُس گلی تک دوڑتا رہتا ہوں میں
راہ اتنی ہی میسر ہے، سفر اتنا ہی ہے

○

چاروں جانب سارا میں
یہ پانی وہ گارا میں

بچھڑ گیا اک بار اگر
ملا نہیں دوبارہ میں

اور پھر آخر کو یہ ہوا
اِس دنیا سے ہارا میں

کسی اُفق میں ڈوب گیا
کسی اُفق کا تارا میں

جانا تھا اک بار فقط
مگر گیا دوبارہ میں

کتنا مشکل سمجھا تھا
آسانی سے ہارا میں

○

رسولؑ کا پہاڑ سے اترنا تھا
کہ سارا وقت روشنی سے بھر گیا

اِک چراغ کو ہتھیلی پر رکھا
اور ایک خواب برسرِ دُعا

دوسری طرح سے ہم نے جی لیا
اِس طرح ہمارے بخت میں نہ تھا

ہم شکایتوں کے حق میں بھی نہ تھے
گھر سے ہی نکلنا ترک کردیا

تم کو بھی خبر نہ تھی کہ اُن دنوں
سارا شہر کس لیے اُداس تھا

آسمان ایک اور چاہیے
کہیں سے ایک اور آسمان لا

آنسوؤں کی روشنی بھی کم نہ تھی
وہ اُفق اگر بہت سیاہ تھا

آسماں کی یہ جگہ جو خالی ہے
یہیں کہیں ہمارا بھی ٹھکانہ تھا

○

زندگی غنیمت تھی
رنج سے عبارت تھی

جب گھروں سے نکلے تھے
کچھ عجیب حالت تھی

یہ ہمارا سرمایہ
وہ ہماری قیمت تھی

ہم ہی جان سے گزرے
اور ہمیں پہ تہمت تھی

ایک جیسے انساں تھے
پھر بھی کتنی نفرت تھی

تھا قیام میں خطرہ
اور خطر میں رکعت تھی

جو بگڑتی رہتی ہے
وہ ہماری صورت تھی

وقت واپسی کا تھا
اور سروں پہ ہیبت تھی

کس طرح سے بچ نکلے
ہم کو بھی یہ حیرت تھی

اس قدر بھی جی لینا
عاشقوں کی جرأت تھی

خواب میں بسر کرلی
یوں بھی تو اکارت تھی

ہاں کبھی یہی دنیا
کتنی خوبصورت تھی

○

جو دیکھا پہلے وہ دیکھا کہاں تھا
یہ میرا شہر بھی ایسا کہاں تھا

مگر پہلے یہ کب تھی خوں کی بارش
مگر پہلے یہ سنّاٹا کہاں تھا

مگر پہلے کہاں تھا خوف ایسا
مگر پہلے یہ اندیشہ کہاں تھا

مگر پہلے کہاں سوچا تھا ایسا
مگر پہلے یہ اندازہ کہاں تھا

اذانوں میں بھی یہ لرزش کہاں تھی
نمازوں میں بھی یہ دھڑکا کہاں تھا

سبھی آنکھیں بہت بے نور سی تھیں
مگر اشکوں کا یہ دریا کہاں تھا

کبھی دل میں تڑپ ایسی کہاں تھی
کبھی میں اس قدر رویا کہاں تھا

یہ چیخیں کب سنی تھیں اس سے پہلے
یہ منظر پہلے بھی دیکھا کہاں تھا

اکھڑتے جارہے تھے سارے خیمے
ہوا پر زور کچھ اپنا کہاں تھا

نہیں تھا پہلے یہ گجرات ایسا
یہ بھاگلپور بھی ایسا کہاں تھا

نکل آئے تھے ننگے سر گھروں سے
یہ سوچا بھی نہیں جانا کہاں تھا

کہاں ہم ڈھونڈتے اپنی پناہیں
کوئی اپنوں میں بھی اپنا کہاں تھا

ہمارے نقشِ پا تھے اور ہم تھے
کوئی دروازہ ہم پہ وا کہاں تھا

نہ تھی پیچھے بھی کوئی راہ ایسی
اور آگے بھی کوئی رستہ کہاں تھا

ٹھہر جانے کی نوبت بھی کہاں تھی
پلٹ جانے کا بھی یارا کہاں تھا

کہاں اک انچ بھر بھی پاؤں رکھتے
زمیں کا ایک ٹکڑا بھی کہاں تھا

O

کبھی جب اپنی طرف سے ارادہ کرتے ہیں
شکست کھانے کی کوشش زیادہ کرتے ہیں

جنوں کی حد نہیں ہوتی کہ حد سے باہر ہوں
اگر چہ تجھ سے محبت زیادہ کرتے ہیں

اسی طرح گزر اوقات ہوتی جاتی ہے
خوشی مناتے ہیں کہ کم غم زیادہ کرتے ہیں

یہ کیسے لوگ ہیں کس آسماں سے آئے ہیں
وفا بھی کرتے ہیں جب کوئی وعدہ کرتے ہیں

پھر اُس نگاہ کے معنی بھی وہ نہیں رہتے
ہم ایسے لوگ اگر استفادہ کرتے ہیں

○

کیا تم نے کبھی زندگی کرتے ہوئے دیکھا
میں نے تو اسے بارہا مرتے ہوئے دیکھا

پانی تھا مگر اپنے ہی دریا سے جُدا تھا
چڑھتے ہوئے دیکھا نہ اُترتے ہوئے دیکھا

تم نے تو فقط اُس کی روایت ہی سنی ہے
ہم نے وہ زمانہ بھی گزرتے ہوئے دیکھا

یاد اُس کے وہ گلنار سراپے نہیں آتے
اس زخم سے اُس زخم کو بھرتے ہوئے دیکھا

اِک دُھند کہ رانوں میں پگھلتی ہوئی پائی
اِک خواب کہ ذرّے میں اُترتے ہوئے دیکھا

باریک سی اِک درز تھی اور اُس سے گزر تھا
پھر دیکھنے والوں نے گزرتے ہوئے دیکھا

○

ایک دن حد سے گزر جانا ہوا
جانے پھر ہم کو کدھر جانا ہوا

یا نہ جانے کے کئی اسباب تھے
یا اُدھر شام و سحر جانا ہوا

تھا وہ سارا ایک دن کا شور و شر
دوسرے دن قطع کر جانا ہوا

کاٹ لی اک عمر ہنگاموں کے ساتھ
اور پھر چپکے سے مر جانا ہوا

کس قدر تاریک تھے پہلو تمام
آنسوؤں سے نور بھر جانا ہوا

اُس طرح کی بات ہی کچھ اور تھی
اِس طرح کب زخم بھر جانا ہوا

سر اُٹھانے کی سکت جاتی رہی
جب بلندی سے اُتر جانا ہوا

تارا تارا رات ہوجانی ہوئی
سارا سارا دن گزر جانا ہوا

یوں عتیق اللہ جانا ہے کوئی
ہر طرف سے بے خبر جانا ہوا

○

آسماں کا ستارہ نہ مہتاب ہے
قلب گہہ میں جو اِک جنسِ نایاب ہے

آئینہ آئینہ تیرتا کوئی عکس
اور ہر خواب میں دوسرا خواب ہے

اور ہے شمع کے بطن میں روشنی
تیرے آئینے میں اور ہی آب ہے

یہ چراغ اور ہے وہ ستارہ ہے اور
اور آگے جو اِک ہجر کا باب ہے

اور پھیلی ہوئی ہے جو اِک دھندسی
اور عقب میں جو اِک زینۂ خواب ہے

بس وہ لمحہ جو تجھ سے عبارت ہوا
باقی جو چیز ہے وہ فنا یاب ہے

خواب نے تو رقم کر دیا تھا تجھے
حاصلِ شب یہی چشم پُر آب ہے

O

کرسی پر طوطا بیٹھا تھا
طوطے کی آنکھوں میں کیا تھا

تجھ سے بچھڑ کر کیا کرنا ہے
پہلے سے یہ سوچ رکھا تھا

وہ بھی سنا تھا تیرے بابت
تیرے بابت یہ بھی سنا تھا

کتنا دکھی تھا چاند اکیلا
پہلو میں بس اِک تارا تھا

رات کی سانس اکھڑ رہی تھی
اور میں سب کچھ دیکھ رہا تھا

پاس ہی اک ندی بہتی تھی
اور کچھ دوری پر صحرا تھا

روने کی اک حد ہوتی ہے
کوئی چیخ نہیں سکتا تھا

میرا تھا کچھ اور ہی مطلب
اور ہی کچھ اس نے سمجھا تھا

وہ ساعت کتنی مشکل تھی
جب تو پہلی بار ملا تھا

○

نظر کی دھار پہ اترا نہ تھا کہ پار گیا
وہ جاتے جاتے لباس اپنے سب اُتار گیا

ابھی تلک ہے یہ میدانِ خاک وخوں خالی
بہت سمجھ کہ میں جس ڈھنگ سے گزار گیا

ہوا کی جلتی ہوئی پیٹھ چھو سکا نہ کوئی
کچھ ایسا دور تھا خالی سبھی کا وار گیا

میں کس زبان سے دوہراؤں سرگزشت اپنی
کہ جس وقار سے تو اپنے دن گذار گیا

بدن میں دھول کے مرغولے اڑ رہے ہیں بہت
وہ روز وشب بھی گئے، لطفِ انتظار گیا

○

میں خود سے دور تھا اور مجھ سے دور تھا وہ بھی
بہاؤ تیز تھا اور زد میں آ گیا وہ بھی

چھوا ہی تھا کہ فضا میں بکھر کے پھیل گیا
مری ہی طرح دھویں کی لکیر تھا وہ بھی

یہ دیکھنے کے لیے پھر پلٹ نہ جاؤں کہیں
میں گم نہ ہو گیا جب تک کھڑا رہا وہ بھی

ابھی تو کانٹوں بھری جھاڑیوں میں اٹکا ہے
کبھی دکھائی دیا تھا ہرا بھرا وہ بھی

بچھڑنے والے کسی کے لیے نہیں رکتے
پھر ایسا وقت بھی آیا بچھڑ گیا وہ بھی

○

بہت دنوں میں کہیں راستے بدلتے تھے
وہ لوگ کیسے تھے جو ساتھ ساتھ چلتے تھے

وہ کار گہہ نہ رہی اور نہ وہ سفال رہی
خدا کے دور میں کیا آدمی نکلتے تھے

ذرا سے رزق میں برکت بھی کتنی ہوتی تھی
اور اِک چراغ سے کتنے چراغ جلتے تھے

گزارنے کی وہ صورت قیامِ خواب میں تھی
جہاں سے اور کئی راستے نکلتے تھے

فلک پہ اپنا بسیرا تھا اور ہم اکثر
فلک کے آخری کونے پہ جا نکلتے تھے

○

پہاڑوں جیسی راتیں دن کڑے ہیں
ٹھہر جاؤں تو کتنے فاصلے ہیں

تجھے جو بارہا رد کر چکے تھے
ترے بارے میں اکثر سوچتے ہیں

مرے باطن میں کیسی روشنی ہے
کئی دروازے کھلتے جا رہے ہیں

مکان و لا مکاں خالی پڑے تھے
ہم اپنی آخری حد تک گئے ہیں

بہت مشکل تھا زندہ بچ نکلنا
مگر کچھ لوگ مرنا جانتے ہیں

○

بہت دن سے تمہیں دیکھا نہیں تھا
بدن، اتنا کبھی سونا نہیں تھا

وہ کیسی شب تھی جو کالی نہیں تھی
وہ کیسا دن تھا جو اُجلا نہیں تھا

یہ ویرانہ نہ تھا ویران اتنا
یہ صحرا اس قدر صحرا نہیں تھا

وہ سب کچھ سوچنا اب پڑ رہا ہے
ترے بارے میں جو سوچا نہیں تھا

کسی اِک زخم کے لب کُھل گئے تھے
میں اتنی زور سے چیخا نہیں تھا

مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ہے
بہت دن ہوگئے رویا نہیں تھا

کئی اطراف کھلتے جا رہے ہیں
وہ دشمن تھا مگر اتنا نہیں تھا

○

عقب میں اپنے عجب سلسلہ سا پاتا ہوں
ہر ایک بار کوئی دوسرا سا پاتا ہوں

مرے رکوع، نہ سجدے مرے، نہ میرے قیام
بدن کے بسط میں کوئی خلا سا پاتا ہوں

تمام پیش وپسِ قلب گاہ روشن ہے
اگر چہ سر کو بدن سے جدا سا پاتا ہوں

یہ چلتے چلتے کہاں آ کے رُک گیا ہوں، جہاں
ہر ایک شخص کو حیرت نما سا پاتا ہوں

میں جب بھی خواب کے روزن سے دیکھتا ہوں اُسے
سیاہ رات کا باطن کھلا سا پاتا ہوں

بہت حریص ہیں اے شہر یار تیرے غلام
کہاں کہاں انھیں بے دست و پا سا پاتا ہوں

○

ہاں کے پہلو ہی میں نا رکھتا ہوں میں
جو نہیں اُس سے سوا رکھتا ہوں میں

دیکھ بے چاکِ جگر ہوں اور جگر
روشنی کرتا ہوا رکھتا ہوں میں

خوش گمانی کو زمیں اتنی بہت
سینۂ دشمن میں جا رکھتا ہوں میں

کچھ برے دن کے لیے رکھتا ہوں آگ
اور بچا کے کچھ ہوا رکھتا ہوں میں

یوں تو آمد ہے کسی کی اور نہ رفت
ہر طرف سے راستہ رکھتا ہوں میں

آئینہ سا برسرِ طاق انا
ایک بہتر آشنا رکھتا ہوں میں

○

رنج کر رنج سہلِ جاں کے لیے
سارے اندیشے ہیں زیاں کے لیے

خوابِ آئندگاں رقم کرلوں
جو مقدّر ہے رفتگاں کے لیے

اِک قدم اِس جہاں پہ رکھتا ہوں
دوسرا، دوسرے جہاں کے لیے

اور پھر کس طرف نکل آئے
اور پھر قصد تھا کہاں کے لیے

ایک پل بھی بچا کے رکھ نہ سکے
مہلتِ عرصہِ رواں کے لیے

○

وہ جو تیری پنہ میں آئے تھے
اپنے دشمن بھی ساتھ لائے تھے

ہاں یہ قصّہ اُنھیں دنوں کا ہے
جب نئے برگ وبار آئے تھے

وہ جنھیں ایک پھول تھا مطلوب
باغ کا باغ کاٹ لائے تھے

پھر وہ صورت نظر نہیں آئی
دوسری مرتبہ جب آئے تھے

ایک آنسو بھی کم نہیں ہوتا
ہم چراغوں میں بھر کے لائے تھے

واقعہ کا یہ ایک پہلو ہے
ہم نے بھی آشیاں جلائے تھے

ہم نے بیٹوں کا سر کٹایا تھا
ہم نے ماؤں کے دل دکھائے تھے

○

فرار کے لیے جب راستہ نہیں ہوگا
تو بابِ خواب بھی کیا کوئی وا نہیں ہوگا

اِک ایسے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھا جائے
جہاں کسی کو کوئی جانتا نہیں ہوگا

وہ بات تھی تو کئی دوسرے سبب بھی تھے
یہ بات ہے تو سبب دوسرا نہیں ہوگا

یوں اِس نگاہ کو اپنی کشادہ رکھتے ہیں
کہ اس کے بعد کبھی دیکھنا نہیں ہوگا

جو تنگ ہوتے گئے قلب ہائے سینہ مقام
کوئی مقام، مقامِ دعا نہیں ہوگا

کوئی زمین تو ہوگی تری زمینوں پر
ہمارے جیسا کوئی نقشِ پا نہیں ہوگا

○

ایک عمر کے لیے
ایک نقشِ پا بہت

عرصہ گاہِ قلب میں
روشنی، ہوا بہت

ایک ہی ملال ہے
ہم نے کھو دیا بہت

دشتِ پرسکوت میں
شور پھر اُٹھا بہت

راہ، درمیاں کم
قہر جابجا بہت

○

وہ بات کیا تھی کہ جس کا اثر نہیں جاتا
کسی کا ذہن تری بات پر نہیں جاتا

زمیں کے اتنے سے ٹکڑے پہ اتنی دیواریں
کہ ایک شخص اِدھر سے اُدھر نہیں جاتا

کچھ اور تیری طرف سے امید رکھتا ہوں
میں اِس طرح کی عنایات پر نہیں جاتا

ستم کے ہاتھ تھے اور آسماں کو چھوتے تھے
ذرا جھکا دیا ہوتا تو سر نہیں جاتا

گُماں کے ہاتھ سے مشعل کہاں پہ جا کے گری
اگر میں اپنی حدوں سے گزر نہیں جاتا

وہ چاند تارِ گریباں میں جا کے اٹکا ہے
تمام آسماں دامن میں بھر نہیں جاتا

○

وہ خاکِ نم بھی مری تھی شکستہ دل بھی مرے
یہی اثاثہ ابھی میں گنوانے والا تھا

نہ ایک رات ہی ایسی نہ ایک دن ایسا
مگر میں رات کو دن سے ملانے والا تھا

غریبِ شہر کا سر ہوگیا قلم آخر
کہاں کی چیز، کہاں پر لٹانے والا تھا

اِک اور گمان نے سایہ سا مجھ پہ تان دیا
اک اور گمان کی زد میں جب آنے والا تھا

یہ تیغ بجھ گئی اور سر بھی جھک گئے ورنہ
تماشہ اور ہی تجھ کو دکھانے والا تھا

○

پہاڑ رات تھی اور لمحہ لمحہ سنگ بہ پا
میں اُس کی سمت کوئی جست بھی لگا نہ سکا

سبھی کے ہاتھ کٹے ہیں، بُریدہ سر ہیں سبھی
یہ کس طرف سے نکلنے کا اتفاق ہوا

میں کس زبان سے دہراؤں سرگذشت اپنی
مِرے علاوہ کوئی بھی مرا شریک نہ تھا

تمام خلق برہنہ کھڑی تھی پُشت بہ پُشت
اُٹھا جو دستِ طلب بھی دراز دست ہوا

کبھی تو توڑ مری ایک سی انا کا بھرم
کبھی تو ریڑھ کی ہڈّی میں قہر بن کر آ

ابھی تلک ہے یہ میدانِ خاک وخوں خالی
ترے گریز کا لمحہ عتاب بن کے گرا

وہ دھند موج بنی اور سروں کے پار گئی
پھر اس کے بعد کا منظر کوئی نہ دیکھ سکا

○

ایک پتّھرا ہوا میں ٹھہرا تھا
اور رُخ پر ہی میرا حُجرا تھا

کتنے برسوں کے بعد آنکھ کھلی
اور اُسی روز مجھ کو مرنا تھا

مجھ کو بخشا نہ میرے بیٹوں نے
اِن زمینوں کا میں بھی حصّہ تھا

پانو پھیلائے رات بیٹھی تھی
طاق میں اِک چراغ رکّھا تھا

اِک نشاں تھا اور اس نشاں سے پرے
آنسوؤں کا غُبار پھیلا تھا

سر برہنہ سواریاں تھیں اور
رات کا بے کنار صحرا تھا

پانو آنکھوں نے کر لیے پیدا
اب جو دیکھا کبھی نہ دیکھا تھا

○

چراغ ہاتھوں کے بجھ رہے ہیں ستارہ ہر رہ گذر میں رکھ دے
اُتار دے چاند اُس کے در پر سیاہ دن میرے گھر میں رکھ دے

کہیں کہیں کوئی ربطِ مخفی، عبارتِ منتشر میں رکھ دے
گریز پر ہیں نشان سارے، طرف بھی کوئی سفر میں رکھ دے

طلب طلب آئینہ صفت ہے، خراب وخستہ ہیں عکس سارے
یہ نیکیاں بھی ہیں سر برہنہ، لطافتِ خیر شر میں رکھ دے

نشاط آور ہے یہ اُداسی کا ایک اُڑتا ہوا سا لمحہ
مبادا طاقِ رجا ہو ویراں، شرارہ اِک چشمِ تر میں رکھ دے

یہ صَرف وحاصل گزیدہ دنیا، نہ دن ہی میرے نہ میری راتیں
کہاں تلک دیکھتا ہی جاؤں، ساعتیں کچھ نظر میں رکھ دے

مرے خدا، میرے جسم و جاں کے خدا! مرے ہاتھ جھڑ نہ جائیں
دعاتہِ سنگِ لب گڑی ہے، اثر ذرا سا اثر میں رکھ دے

بدن ہے یا قلعۂ ہوا ہے، کہیں سے آؤں کہیں سے جاؤں
ہزاروں رخنے پڑے ہوئے ہیں، اُٹھا کے دیوار در میں رکھ دے

○

پھر اک منظر آتا ہے
قلعہ ڈوبتا جاتا ہے

جنگل دھول اُڑاتا ہے
دریا بیچ میں آتا ہے

آندھی چلتی ہے مجھ میں
اُفق اُفق گر جاتا ہے

جس نے آگ لگائی ہے
پانی بھی برساتا ہے

میں تیری آبادی ہوں
تو کس دشت کو جاتا ہے

کھُل جا سِم سِم کہتا ہوں
دروازہ کھُل جاتا ہے

○

وہ جو صرفِ نگاہ کرتا ہے
اس تماشے کا ایک حصّہ ہے

اِک اندھیرا ہوں سر سے پاؤں تک
پھر یہ پہلو میں کیا چمکتا ہے

ایک دن اُن کو زندہ دیکھا تھا
جن بزرگوں کا یہ اثاثہ ہے

شہر ماتم کی اِس بلا سے نہ ڈر
آئینہ بھی طلسم رکھتا ہے

کس کے پیروں کے نقش ہیں مجھ میں
میرے اندر یہ کون چلتا ہے

نقش ہے کون آسمانوں میں
اِن زمینوں میں کس کا چہرہ ہے

میں نے بنجر دنوں میں کھولی آنکھ
میں نے پیڑوں کو مرتے دیکھا ہے

○

وہ میرے نالے کا شور ہی تھا، شبِ سیہ کی نہایتوں میں
میں ایک ذرّہ عنایتوں پر، میں ایک گردش کثافتوں میں

گرفت اور اُس کی کر رہا ہوں، جو آب ہے ان بصارتوں کی
کمند اور اُس پہ پھینکتا ہوں، جو تہِ نشیں ہے سماعتوں میں

مرے لیے شہرِ کج میں رکھا ہی کیا ہے جو اپنے غم گنواؤں
وہ ایک داماں بہت ہے مجھ کو سکوت افزا فراغتوں میں

میں ایک شب کتنی راتیں جاگا وہ ماہ بیتے کہ سال گذرے
پہاڑ سا وقت کاٹتا ہوں، شمار کرتا ہوں ساعتوں میں

ترے فلک ہی سے ٹوٹنے والی روشنی کے ہیں عکس سارے
کہیں کہیں جو چمک رہے ہیں حروف میری عبارتوں میں

وہ بوجھ سر پر اُٹھا رکھا ہے کہ جسم و جاں تک ہیں چور جن سے
پچاس برسوں کی ذلتیں جو ہمیں ملی تھیں وراثتوں میں

○

طلب کی ایک حد جنوں ہے میری جاں
ترے بغیر اب سکوں ہے میری جاں

اگر شرارِ لمس برقرار ہے
اگر تری رگوں میں خوں ہے میری جاں

پانیوں پہ لکھ دیا ہے ایک نام
عجب نمودِ خاک وخوں ہے میری جاں

گلاب جیسے روشنی میں ڈھل گئے
قُرب میں جو اِک فسوں ہے میری جاں

میرے بارے میں ترے گُماں غلط
بات یوں نہیں ہے یوں ہے میری جاں

یہ جو کشتِ حرف رُو بہ نشو ہے
سب فسادِ اندرُوں ہے میری جاں

آنسوؤں میں اِک لکیر سی ہے کیا
روشنی سیاہ کیوں ہے میری جاں

○

کون گذرا تھا محرابِ جاں سے ابھی خامشی شور بھرتا ہوا
دھند میں کوئی شے جوں دمکتی ہوئی اِک بدن سا بدن سے اُبھرتا ہوا

صَرف کرتی ہوئی جیسے ساعت کوئی، لمحہ کوئی فراموش کرتا ہوا
پھر نہ جانے کہاں ٹوٹ کر جا گرا ایک سایہ سروں سے گذرتا ہوا

ایک عمر گریزاں کی مہلت بہت پھیلتا ہی گیا میں اُفق تا اُفق
میرے باطن کو چھوتی ہوئی وہ نگہ اور میں چاروں طرف پانو دھرتا ہوا

یہ جو اڑتی ہوئی ساعتِ خواب ہے کتنی محسوس ہے کتنی نایاب ہے
پھول پلکوں سے چنتی ہوی روشنی اور میں خوشبوئیں تحریر کرتا ہوا

میرے بس میں تھے سارے زمکان ومکاں لیک میں دیکھتا رہ گیا این وآں
چل دیا لے کے چٹکی میں کوئی زمیں آسماں آسماں گرد کرتا ہوا

اپنی موجودگی سے تھا میں بے خبر دیکھتا کیا ہوں ایسے میں یک دم اُدھر
قطع کرتی ہوئی شب کے پہلو میں اک آدمی ٹوٹتا اور بکھرتا ہوا

○

پھول ہو کہ انگارا بھیج
کچھ تو اے دل دارا بھیج

ڈوبنے والا ہے یہ جہاز
اُڑتا ہوا طیّارا بھیج

صورت صاف نظر آتی ہے
کچھ پانی کچھ گارا بھیج

وہ غم کاندھے توڑ گیا
یہ غم کم ہے سارا بھیج

چاہے جو آفات اُتار
ایک مگر گلتارا بھیج

ابھی ہرے ہیں یہ بازو
خبر کوئی اے یارا بھیج

کب سے ہے یہ جاں دو نیم
جان سے کوئی پیارا بھیج

اڑنے لگی زخموں سے آب
تیر وہی دوبارا بھیج

بھیجنے والے ہاتھ نہ کھینچ
دوبارا سہ بارا بھیج

○

میں چھپا رہوں گا نگاہ و زخم کی اوٹ میں
کسی اور شخص سے دل لگا کے بھی دیکھنا

سرِ شاخِ دل کوئی زخم ہے کہ گلاب ہے
مری جاں کی رگ کے قریب آ کے بھی دیکھنا

کوئی تارہ چپکے سے رکھنا اس کی ہتھیلی پر
وہ اُداس ہے تو اسے ہنسا کے بھی دیکھنا

وہ جو شام تیری پلک پہ آ کے ٹھہر گئی
مری روشنی کی حدوں میں لا کے بھی دیکھنا

بڑی چیز ہے یہ سپردگی کا مہین پل
نہ سمجھ سکو تو مجھے گنوا کے بھی دیکھنا

○

یک دم وقت ٹھہر جاتا ہے
اور پرندہ مر جاتا ہے

میں ہی گزرنے والا مجھ سے
پھر یہ شبہ کس پر جاتا ہے

آخر آتا ہے اک روز
دل دنیا سے بھر جاتا ہے

خالی ہو جاتی ہے جھیل
پانی آنکھ میں بھر جاتا ہے

دور اُبھرتا ہے اِک ہاتھ
سرہانے سِل دھر جاتا ہے

ایک قدم رکھتا ہوں آگے
اور اِک دور گزر جاتا ہے

○

سلسلہ ایک قطع کرتا ہوا
اک تعلق کہ مشت بھر رکھا

اس کے ہر لمحے کی خبر رکھی
اور اسے سب سے بے خبر رکھا

اِک قدم رکھا اپنے قدموں پر
دوسرا آسمان پر رکھا

شب بسر کرلی دوسرے کے ساتھ
اور اُسے اپنا منتظر رکھا

تھے زمان و مکاں زوال آثار
ایک لمحہ سنبھال کر رکھا

چُن رکھے تھے، ہتھیلیوں پہ خواب
اور اک آنسو کہ تر بہ تر رکھا

○

آنکھ میں اِک شور سا دِل میں دھواں رکھتا ہے وہ
دوسروں سے مختلف طرزِ فُغاں رکھتا ہے وہ

ہم بھی دیکھیں گے نہایت اپنے استعداد کی
بند مُٹھی میں اگر کون ومکاں رکھتا ہے وہ

اپنے غم میں اِس قدر تنہا نہیں ہوگا کوئی
ایک پتھر دِل ہے اور پہلو میں جاں رکھتا ہے وہ

زخم سا دل پر اُبھر آیا ہے کوئی نقشِ پا
دیکھیے آگے قدم اپنے کہاں رکھتا ہے وہ

وقت کتنی تیز رفتاری سے آیا اور گیا
لیکن اِک اِک پل کا احساسِ زیاں رکھتا ہے وہ

○

ہم مکینوں کو لا مکاں جیسی
چھت ملی وہ بھی بے اماں جیسی

اِک نشاں وہ بھی بے نشاں جیسا
کوئی صورت یہاں وہاں جیسی

رنج اور رنجِ رایگاں جیسا
فکر اور فکرِ آب وناں جیسی

زندگی سے بھرا بھرا اِک دن
اور اِک سانس بے کراں جیسی

دور ہوتے گئے سبھی آثار
کٹ گئی عمر رایگاں جیسی

آنسوؤں پر نماز پڑھتا ہوں
ایک آواز تھی اذاں جیسی

ہم برہنہ سروں پہ رکھ بھی دے
اک ہتھیلی کہ آسماں جیسی

○

تیرا ہی نشانِ پا رہا ہوں میں
یہ پہاڑ جو اُٹھا رہا ہوں میں

ایک عُمر کی منافرت کے بعد
اب تجھے سمجھ میں آ رہا ہوں میں

میرے بازوؤں کے قوس پر نہ جا
آسمان بھر کے لا رہا ہوں میں

تو اُدھر سے آ جدھر رُکے ہیں سب
دوسری طرف سے آ رہا ہوں میں

ایک پل کبھی تو تھم مرے لیے
ساری عُمر دوڑتا رہا ہوں میں

میری نارسائیوں کی حد ہے یہ
اپنے سامنے سے آ رہا ہوں میں

○

میں جو ٹھہرا، ٹھہرتا چلا جاؤں گا
یا زمیں میں اُترتا چلا جاؤں گا

جس جگہ نور کی بارشیں تھم گئیں
وہ جگہ تُجھ سے بھرتا چلا جاؤں گا

درمیاں میں اگر موت آ بھی گئی
اُس کے سر سے گذرتا چلا جاؤں گا

تیرے قدموں کے آثار جس جا ملے
اِس ہتھیلی پہ دھرتا چلا جاؤں گا

دور ہوتا چلا جاؤں گا دور تک
پاس ہی سے اُبھرتا چلا جاؤں گا

روشنی رکھتا جائے گا تو ہاتھ پر
اور میں تحریر کرتا چلا جاؤں گا

اب جو نکلا ہوں تیرے مقامات سے
ہر نشاں پار کرتا چلا جاؤں گا

زندگی! تیرے نشّے میں سرشار ہوں
موت آئی تو مرتا چلا جاؤں گا

○

لہو کی دھار الجھتی ہے پھر گزر بہ گزر
کھڑا ہوا ہوں تری سرزمیں پہ کیا بھی کر

میں آگیا تھا خود اپنے ہی پانو کے نیچے
چلا گیا وہ مری بے زبانیاں لے کر

ابھی تو واپسی باقی ہے شعلہ بازوں کی
پھر اُس کے بعد یہ میداں ہے اور نہ یہ منظر

یہ پیش و پشت جو سائے لٹک رہے ہیں ابھی
محیط ہونے سے پہلے انھیں جدا بھی کر

سمجھ سکے تو اُسے جا کے خود ہی بتلاؤں
کہ آج سوکھے ہوئے دھڑ میں پھر ہوئی سَر سَر

کشادہ دست ہی میرے نہ پُر شکم میرا
اے میرے شہر کے پندار! مجھ فقیر سے ڈر

O

بدن کا سارا تناؤ آنکھوں میں کھنچ گیا تھا
مگر وہ دَلدَل جو ہڈیوں میں پھنسا ہوا تھا

تمام چیزوں پہ ایک جیسی اُداسیاں تھیں
سبھی کی آنکھوں میں ایک اندیشہ پل رہا تھا

گُلاب سب اُس نے آنسوؤں میں ڈبو دیے تھے
میں اُس کے نزدیک سر جھکائے کھڑا ہوا تھا

سروں سے بالشت بھر پہ چٹانیں رُک گئی تھیں
وہ اِک نظارہ کہ قہر آثار جا بہ جا تھا

اُٹھا لیے دونوں ہاتھ دشمن نے دوست کہہ کر
مگر وہ خنجر جو میرے سینے پہ لگ چکا تھا

○

وہ دشمنوں کی طرح مجھ پہ وار کرتا ہے
مگر گروہ میں اپنے شمار کرتا ہے

اِدھر اُدھر سے بچاتا ہے وقت میرے لیے
کبھی کبھی ہی سہی انتظار کرتا ہے

اُلانگ آیا ہے یوں تو وہ ساری دیواریں
یہ دیکھنا ہے مجھے کیسے پار کرتا ہے

کسی میں اتنی بھی گنجائشیں نہ پاؤ گے
یہ کم نہیں ہے کوئی اعتبار کرتا ہے

○

خاک اور خون میں بھر دیتا ہے
اِس طرح دادِ ہنر دیتا ہے

پیش و پس میں نہیں رکھتا کچھ بھی
دُور سے روشنی کر دیتا ہے

بے صدا خون سے ضد ہے اُس کو
اُنگلیاں آگ پہ دھر دیتا ہے

ہے بہ عنوانِ دِگر دین اُس کی
پھول مانگو تو شرر دیتا ہے

حُرمتِ لفظ پہ بن آتی ہے
تب کہیں جا کے اثر دیتا ہے

پہلے آہستہ سے در آئے گا
اور پھر انتہا کر دیتا ہے

○

برت برت لیا ہر لمحہ رائیگاں کیا تھا
جب اُس کی زد میں ہی آئے تو پھر گُماں کیا تھا

زمیں کی ایک ِکرچ بھی نہیں تھی پانو تلے
تو پھر وہ قہر سا چاروں طرف رواں کیا تھا

کہاں کہاں سے گذر آیا نا مُرادانہ
پلٹ کے یہ بھی نہ دیکھا یہاں وہاں کیا تھا

زبان میں کئی سوراخ ہوگئے پیدا
ادا جو کرچکے اُس چیخ میں نہاں کیا تھا

O

مری طرف سے بھی اک راہ ہو کے جاتی ہے
سنا ہے پھر کسی مشکل کا سامنا ہے تجھے

نئے سرے سے تعلق بحال کرنا ہے
کسی رقیب کی نظروں سے دیکھنا ہے تجھے

اب اس کو کیسے فراموش کر سکے گا تو
جو شخص اپنے میں انگیز کر چکا ہے تجھے

تو آج تک مجھے سمجھا نہیں کہ میں کیا ہوں
مری طرف سے فقط وہم ہو گیا ہے تجھے

اسی طرح تو شب و روز کٹ نہ جائیں گے
کبھی کبھی مری جانب بھی دیکھنا ہے تجھے

○

اُڑا رہا تھا ہوا میں جہاز بے پَر کے
جزیرے ڈوبتے جاتے تھے ایک اِک کر کے

وہ آندھیاں تھیں کہ واپس پلٹ پلٹ آیا
ہوا کے پیڑ اُگے اور نہ فاصلے سر کے

نسوں میں قینچیاں چلتی ہیں ایک ساتھ کئی
اور اُن پہ تان دیے ہیں لباس پتھر کے

سب اپنے اپنے گلاسوں میں تہ نشین ہوئے
میں چاٹتا رہا کیچڑ میں انگلیاں بھر کے

○

سینگ کی نوک پہ رکّھا ہے مجھے
پار بھی پُل کے اُترنا ہے مجھے

پُتلیاں آنکھ سے جھڑ جانے دے
قہر پر تولتے دِکھتا ہے مجھے

کھینچ دی ایک دھویں کی چادر
اُس پر پھر آگ سے لکّھا ہے مجھے

ہلدیاں ہاتھ میں اُگ آئی ہیں
جانے کس قہر کا خطرا ہے مجھے

○

بدگماں ! گمانِ بیش وکم نہ کر
جو گذر گئی اُسے رقم نہ کر

رائیگاں سہی مُسافتیں تمام
اپنے آسمان مجھ پہ کم نہ کر

کس اُفق سے لائے ہیں چرا کے دیکھ
اِس کرن کو ظلمتوں میں ضم نہ کر

کسی کے زخم تہِ نشین ہیں یہاں
اِس جگہ کو آنسوؤں سے نم نہ کر

ایک اور صرف ایک غم بہت
ایک سے زیادہ ہوتو غم نہ کر

○

کبھی ادھر سے بھی تو گزرنا جان مری
اُور مری سانسوں میں ٹھہرنا جان مری

ان ہونٹوں کے دونوں کنارے سوکھے ہیں
ٹھہرا ہوا ہے دودھ کا جھرنا جان مری

کتنا مشکل ہوجاتا ہے آخرکار
اپنے بدن کے پار اترنا جان مری

اور پھر میرے سامنے آجانا اک دم
دونوں جہان پروں میں بھرنا جان مری

کچی نیند میں سوئے ہیں کچھ خواب ابھی
جگنو جیسے رات اُترنا جان مری

○

اِس ایک ذرّے کو روشن ستارا کرنا ہے
غروبِ شام سے پہلے کنارا کرنا ہے

اب ایسی شب کی سیاہی کا رزق میرا نصیب
اب ایسے دن ہیں تو ان پر گذارا کرنا ہے

بلند رکھوں گا اپنے علَم میں آخر تک
وہاں پہنچ کے تجھے بھی اشارہ کرنا ہے

یہ عہدگہ پارۂ نانِ جویں کا کفّارہ
شکم شکم کوئی خنجر اتارا کرنا ہے

اسی کو یاد بھی حد سے زیادہ کرتا ہوں
وہ جس کو آخری حد تک گوارہ کرنا ہے

○

کہاں سے لاؤں وہ دیواریں جو نہ ٹوٹ سکیں
وہ چھت کہاں سے ملے جو امان دے مجھ کو

پڑا ہوا تھا کھلی چھاتیوں پر سر رکھ کر
اُڑا کے لے چلے بگلوں کے سلسلے مجھ کو

میں سر سے پاؤں تلک ایک آنکھ بن جاؤں
جہاں سے بھی تجھے دیکھوں دِکھائی دے مجھ کو

یہ سنسنی سی جو محسوس کررہا ہوں میں
ہر ایک چیز سے بے دخل کر نہ دے مجھ کو

○

اپنی حد میں بھی نارسا ہوں میں
روز پتھراتے جارہا ہوں میں

میرا حصہ ہے ہر عذابِ سفر
دیکھتے بھی تو جارہا ہوں میں

دَور اُس کی روانگی کا تھا
ہر طرف سے گزر گیا ہوں میں

کوئی ایسے برت رہا ہے مجھے
سلسلہ بنتا جارہا ہوں میں

دیکھ نظّارہ اِس کو کہتے ہیں
پاؤں پہ سِل ہے زیرِ پا ہوں میں

○

اُس دشت نوردی میں جینا بہت آساں تھا
ہم چاک گریباں تھے، سر پر کوئی داماں تھا

ہم سے بھی بہت پہلے آیا تھا یہاں کوئی
جب ہم نے قدم رکھا یہ خاک داں ویراں تھا

اُڑتے ہوئے پھرتے تھے آوارہ غُباروں سے
وہ وقت تھا جب اُس کے لوٹ آنے کا امکاں تھا

یہ راہِ طلب یارو! گُم راہ بھی کرتی ہے
سامان اُسی کا تھا جو بے سروساماں تھا

○

اِک ایسی بھی سازش اپنے ساتھ کروں
سجدے کرتے وقت بھی تیرا نام نہ لوں

لمس کی سرحد ختم یہاں پر ہوتی ہے
اِس کے آگے تجھ کو بھی میں راہ نہ دوں

تو انکار کی مہلت سر کرنے میں ہے
میں تیرا امکان تری قدرت میں ہوں

اُس کے سارے لمس بدن میں زندہ ہیں
میں تو اُن ہاتھوں کی اِک اِک شاخ پڑھوں

آنسو بے آواز رقم کرنا آئیں
تو پھر اپنے بچّے کا چہرہ دیکھوں

○

دور ہوتے ہوئے نقش و آثار میں
اک اُبھرتا ہوا سا نشاں کچھ تو ہے

کوئی اُترا تو تھا بامِ جاں پر ابھی
اِس اُفق پر چمک سی عیاں کچھ تو ہے

کچھ تو ہے اُس کے انکار کی پُشت پر
آنکھ کی اوٹ میں بھی نہاں کچھ تو ہے

دیکھتا ہوں اُسے روزنِ خواب سے
رشتۂ دید سا درمیاں کچھ تو ہے

خواب سا ایک پل بھی نہیں اُس طرف
اِن حدوں میں نکل آ یہاں کچھ تو ہے

○

سچ تو بس آدھا ہوتا ہے
باقی افسانہ ہوتا ہے

کیا ہوگا تیرا اقدام
اگر کبھی ایسا ہوتا ہے

مارا جاؤں گا بے موت
خواب اگر سچا ہوتا ہے

بہت پرے ہوتا ہے قامت
سرتا پا چہرہ ہوتا ہے

اِس خطرے کے اندر مت جا
خطرے میں خطرا ہوتا ہے

لمحے میں ساعت ہوتی ہے
ساعت میں لمحہ ہوتا ہے

صحرا میں ہوتا ہے جنگل
جنگل میں صحرا ہوتا ہے

آنکھیں بن جاتی ہیں پتّھر
پتّھر میں چشمہ ہوتا ہے

جس دن چاہے دیکھ لے آکر
یہ تو روزانہ ہوتا ہے

○

اِک روز اپنا رنگ دکھا دینا چاہیے
اِس خاک کو بھی خوں میں ملا دینا چاہیے

قایم ہے اُس کی ذات سے دنیا کی دشمنی
دُنیا کی دشمنی کو ہوا دینا چاہیے

وہ آئے اُس طرف سے بڑھوں اِس طرف سے میں
اور درمیاں میں آگ لگا دینا چاہیے

یوں تو وہ آنے والا نہیں راہِ راست پر
اُس کی طرف سے ہاتھ بڑھا دینا چاہیے

پھر اس کے بعد اور کوئی بعد ہی نہیں
تصویر کا یہ رُخ بھی بتا دینا چاہیے

شاید اب اُس کا لوٹ کے آنا محال ہے
اِک یادگار اُس کی بنا دینا چاہیے

○

خوابوں کی کرچیاں مری مٹھی میں بھر نہ جائے
آئندہ لمحہ اب کے بھی یوں ہی گزر نہ جائے

رسّی لٹک رہی ہے گلے کو نہ بھینچ لے
خنجر چمک رہا ہے بدن میں اُتر نہ جائے

منھ پھاڑتی ہیں گھر کی دراڑیں اِدھر اُدھر
اِک قہقہہ کہ جیسے فضا میں بکھر نہ جائے

کیوں اس کے ساتھ ہی نہ رہا جائے چند روز
جو آدمی کہ رات میں بھی اپنے گھر نہ جائے

کیا جانے بات کیا ہے کہ رُکتا نہیں کوئی
کب سے پکارتا ہوں کہ کوئی اُدھر نہ جائے

کیسے پھر اپنے آپ کو زندہ کہوں گا میں
اک اور شخص مجھ میں ہے شامل وہ مر نہ جائے

جس کو کہ عرفِ عام میں کہتے ہیں زندگی
یہ نشّہ اپنے وقت سے پہلے اُتر نہ جائے

○

خونِ برفاب کو گردش میں یوں لایا جائے
کانچ کے ٹکڑوں کو دانتوں سے چبایا جائے

شہر شیشے کی طرح اپنا بھرم رکھتا ہے
ایک پتھر کسی جانب سے گرایا جائے

چیختا ہی رہے موسم کا پرندہ باہر
روم ہیٹر سے دماغوں کو جلایا جائے

جسم اک راہ کی دیوار نہ بن جائے کہیں
ساتھ اس کے مری آواز کا سایا جائے

انگلیاں آنکھ نہیں ہیں کہ دکھائیں ان کو
آج اس شخص کو چھو کر ہی بتایا جائے

○

پہلے یہ دُکھن نہ تھی دل میں یہ خلا نہ تھا
ورنہ اِک فریم سے میں کبھی ہٹا نہ تھا

میں تھا اور سینکڑوں سیاہ فام آفتیں
بھاگ جانے کا کہیں کوئی راستہ نہ تھا

پھنس گئیں تھیں قمچیاں بانس کی اِدھر اُدھر
نارسی کی کوب پر چڑھ کے دیکھنا نہ تھا

رائی کے پہاڑ پر لفظ کھودتے چلے
جب پلٹ کے آئے تو کچھ لکھا ہوا نہ تھا

سڑک سڑک پہ آدمی سر کے بل کھڑے ملے
ایک دوسرے کو بھی کوئی دیکھتا نہ تھا

○

سنگ و خشت میں چُنا جائے ہر پکار کو
اور پھر فریز میں رکھ دیں انتظار کو

لاکھ بے بضاعتی، ہم کو حصے میں ملی
جھیل تو لیا مگر ہر طرف کے وار کو

وہ نہ آسکا اِدھر میں نہ جاسکا اُدھر
نمائشوں میں رکھ دیا لا کے اختیار کو

برف میں دبی ہوئی خواہشوں کے ڈھیر تھے
بند کردیا گیا پتھروں سے غار کو

شاہ راہِ عام پر نصب کردیا گیا
میرے استخوان اور تیرے جسم زار کو

○

چیختا — چلاتا — خود کو کاٹتا
شہر ہے یا اِک سگِ پا 'سوختہ'

منحنی گردن میں پاؤں ڈال کر
کینچوؤں کی بھیڑ میں، میں بھی تو تھا

نارسائی سر پہ منڈلاتی رہی
ایک گھونگھا بھی نہ بس میں آسکا

اب خدا کی برکتوں کے دن گئے
آدمی پھر اِک لطیفہ بن گیا

○

جب بھی تنہائی کے احساس سے گھبراتا ہوں
میں ہر اک چیز میں تحلیل سا ہو جاتا ہوں

میں کسی جسم پہ پھینکا ہوا پتھر تو نہ تھا
بارہا اپنا لہو دیکھ کے شرماتا ہوں

رات جو کچھ مجھے دیتی ہے سحر سے پہلے
وقت کے گہرے سمندر میں اُتار آتا ہوں

دِن کے ہنگامے جلا دیتے ہیں مجھ کو ورنہ
صبح سے پہلے کئی مرتبہ مرجاتا ہوں

ایک نشے کی طرح ٹوٹ گیا ہوں خود سے
اپنے نزدیک بھی مشکل سے نظر آتا ہوں

○

یہ وہ جگہ ہے جہاں عکس تھا نہ سایا تھا
کسی زمانے میں اِک شخص بھی نہ ملتا تھا

جکڑ لیا مجھے مکڑی کے سخت جالے نے
ابھی میں کمرے کی محرابیں چھو کے پلٹا تھا

لٹک گیا کبھی کھونٹی سے، ہینگر سے کبھی
میں آدمی تھا کہ اُترا ہوا پجامہ تھا

بکھر رہی تھیں فضاؤں میں ہڈّیاں میری
کسی عقاب کے پنجے نے مجھ کو جکڑا تھا

جب ایک پر کٹا طائر اڑان بھرتے ہوئے
گرا، تو دیکھتا کیا ہوں کہ میں تڑپتا تھا

○

گردن سے سر الگ ہوا نیزہ پہ آ گیا
مغرور سرفروش تھا خوں میں نہا گیا

ہاتھوں سے سٹپٹا کے کبوتر نکل گئے
چمگادڑوں کا غول اندھیرے پہ چھا گیا

چرخی میں ہاتھ پیر مرے باندھ کر کوئی
پَر کار کی طرح سے گھمائے چلا گیا

زہراب اپنے حصے میں جتنا تھا پی گئے
اُس نے چھوا تو اُس کا بھی کچھ زہر آ گیا

○

اپنے سائے کی بد دعا تو نہ تھا
نصف تن بن گیا ہے پتھر کا

اِک کے بعد ایک انتظار رہا
بے وقوفی میں دن گزار دیا

اپنے ہاتھوں سے کاٹ چھانٹ دیا
چہرہ پہچان میں نہ آتا تھا

مرگیا کیوں نہ رحمِ مادر میں
یوں بھی تو آج سنگسار ہوا

کاٹھ کے ہاتھ کاٹھ کے پاؤں
چیخ سکتا ہوں ہِل نہیں سکتا

چل گئیں قینچیاں مرادوں پر
کٹ گیا اسکرین اندر کا

○

شر اور خیر کی آویزشوں کے بیچ میں ہوں
اگر میں بھاگنا چاہوں بھی تو نہ بھاگ سکوں

بندھے ہوئے ہیں چٹانوں سے دست اور بازو
گلے میں کیل گڑی ہے کہ چیخ بھی نہ سکوں

دھواں سا کر کے کوئی دیو مجھ کو ہتھیا لے
اور اس کے بعد اِک بوتل میں بھر دیا جاؤں

○

سمجھ ہی جائے گا اندر کا حال کیسا ہے
اگر وہ دیکھنے والی نگاہ رکھتا ہے

بکھرنا ہوگا برادے کے ڈھیر کو اِک دن
یہ کس امید پہ تو لمحے گنتا رہتا ہے

سمجھ رہا تھا بہت بے وقوف وہ مجھ کو
میں جس کو اچھی طرح جانتا ہوں وہ کیا ہے

یہ خار خار بدن سنگ سنگ پیراہن
یہ آدمی کوئی جنگل گرا کے آیا ہے

مجھے بھی گھٹنا ہے بین السطور کے اندر
اسے بھی کانچ کے شوکیس ہی میں رہنا ہے

لے آج خود کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں
یہ دیکھنا ہے کہ تو کیا سلوک کرتا ہے

○

اِک ایسی دھند تھی، دلدل میں پھنس گیا آگے
نہ پیچھے بھاگ سکا اور نہ بڑھ سکا آگے

فصیلِ شہر سے جو ساتھ ساتھ آیا تھا
مرے خلاف وہ صف آرا ہو گیا آگے

میں جتنا بڑھتا تھا اتنا وہ پھیل جاتا تھا
اُگا تھا کبڑے پہاڑوں کا سلسلہ آگے

مجھے اُچھال دیا زیرپا ببولوں نے
کہ ایک اور ہی بن کا تھا سامنا آگے

یقیں کی کترنیں جیبوں میں چھانٹ کر بھر لیں
قدم قدم پہ اِک اندھا سراب تھا آگے

وہ تازیانہ لگایا کسی نے پیچھے سے
کہ اک قدم نہ چلا سر کے بل گرا آگے

○

نہ کر ابھی سے خود اپنے سے 'منقطع' مجھ کو
بروئے کار اگر لا سکے تو لا مجھ کو

ہزار پائے جکڑ لیں نہ تن بدن میرا
بکھر جا مجھ میں نہیں تو بکھیر جا مجھ کو

دھواں سا بنتے ہوئے جسم کی امانت ہوں
اُڑان بھرنے نہیں دیتا سنگِ پا مجھ کو

مرا ہی عکس مجھے گالیاں سناتا ہے
میں چاہتا ہوں مرے سامنے نہ لا مجھ کو

ربڑ سا تان نہ اتنا کہ ٹوٹ ہی جاؤں
تو یاد کر نہیں سکتا تو بھول جا مجھ کو

○

اینٹوں کی سلطنت میں بُلاتا اُسے کہاں
آجاتا وہ تو لے کے میں جاتا اُسے کہاں

خواہش قلم قلم تھی نئی آب کے لیے
پتھر کی سختیوں میں دباتا اُسے کہاں

دشمن پڑاؤ ڈال کے بیٹھے تھے ہر طرف
لاتا اُسے کدھر سے چھپاتا اُسے کہاں

کانوں کا ایک جال بچھا تھا سڑک سڑک
وہ بھیڑ تھی صدائیں لگاتا اُسے کہاں

صحرا بہ صحرا پھیلی ہوئی کائنات میں
خود گم شدہ تھا ڈھونڈنے جاتا اُسے کہاں

اِک ڈھال بن کے رہ گیا جسموں کا ہر حصار
خوں میں لپک تھی، کام میں لاتا اُسے کہاں

○

دے کر پچھلی یادوں کا انبار مجھے
پھینک دیا ہے سات سمندر پار مجھے

ہر منظر کے اندر بھی اک منظر ہے
دیکھنے والا بھی تو ہو تیّار مجھے

تیری کمی گر مجھ سے پوری ہوتی ہے
لے آئیں گے لوگ سرِ بازار مجھے

ساری چیزیں غیرمناسب لگتی ہیں
ہاتھ میں دے دی جائے اِک تلوار مجھے

اینٹیں جانے کب حرکت میں آجائیں
جانے کس دن چن لے یہ دیوار مجھے

ایک مسلسل چوٹ سی لگتی رہتی ہے
سامنا خود اپنا ہے ہر ہر بار مجھے

○

بندھے ہیں کس کے گٹھانوں سے ہاتھ اور پاؤں
کسی تنے ہوئے غبّارے سا نہ پھٹ جاؤں

شگاف کرتا چلا جاؤں اپنے پاؤں تلے
کہیں جگہ نہ ملے تو اِسی میں دھنس جاؤں

لبوں سے گنتا رہوں میں ترے مساموں کو
وہ رن پڑے کہ تری جلد سے چپک جاؤں

ابھی تو فیصلہ کن موڑ آنا باقی ہے
میں درمیان سے ہی کس طرح پلٹ جاؤں

تجھے ہی چھید نہ دیں نوک داریاں میری
ترے بدن کے گھنے جنگلوں سے لوٹ آؤں

○

کاکروچوں مکڑیوں کی فصل آ کر تو بھی دیکھ
عمر بھر دیکھا جو میں نے وہ گھڑی بھر تو بھی دیکھ

اک مسلسل بے وقوفی کا عمل ہے زندگی
میرے حصہ میں جو آیا وہ مقدّر تو بھی دیکھ

دوسرے کے تجربے پر ٹیڑھی بنیادیں نہ رکھ
بلب کو اپنی ہتھیلی سے پچک کر تو بھی دیکھ

خواہشیں کیڑے مکوڑوں کو طرح مرنے لگیں
خودکشی کی وارداتوں کا یہ منظر تو بھی دیکھ

دیکھ اندر کی رگڑ کتنی اذیّت ناک ہے
تنگ کابوسی خلاؤں میں اُتر کر تو بھی دیکھ

○

میں ایک برف کی سِل ہوں مجھے نہ ہاتھ لگا
یہ ڈر ہے تو بھی کہیں ہو نہ جائے مجھ ایسا

حیات ہے کوئی لعنت تو خودکشی کر لے
یوں باربار مرے سامنے تو منھ نہ بنا

بھٹک رہا ہوں میں تیزابناک سڑکوں پر
تو آبشار کی صورت زمین پر گر جا

سنہرے خواب کی تعبیر اب نہ پائے گا
یقیں کو آگ لگا دے، لحاف میں دھنس جا

نشانِ رہ جو چٹانیں تھیں سب ہی ٹوٹ گئیں
کوئی بھی راستہ تیری طرف نہیں جاتا

○

اینٹوں میں چن یا آگ کے اندر دبا مجھے
اس بے تکان یکسرے پن سے بچا مجھے

ننگا بدن، ببول کے کانٹوں پہ تان دے
لوہے کی گرم سیخ سے چوٹیں لگا مجھے

ہر آسماں کی گم شدگی بھول بھول جاؤں
کچھ ایسی سنگلاخ زمینوں پہ لا مجھے

میرے نفس نفس کے حسابات دیکھ لے
تیرے علاوہ کب کوئی احساس تھا مجھے

تھا لامکاں کا ایک ہیولیٰ سا ذہن میں
کچھوے کی سخت پیٹھ پر پھینکا گیا مجھے

○

گرچہ میں سر سے پیر تلک نوکِ سنگ تھا
پھر بھی وہ مجھ سے برسرِ پیکار و جنگ تھا

لب سِل گئے تھے اپنے اناء کے سوال پر
گو دل ہی دل میں مجھ سے وہ میں اس سے تنگ تھا

میں آ گیا اُلانگ کے ہر دشت ہر پہاڑ
تیری صدا پہ مجھ پہ ٹھہر جانا ننگ تھا

دنیا تمام آتشیں دھاروں کی زد میں تھی
لیکن میں بے خطر تھا کہ تو میرے سنگ تھا

شیشے کی کرچیاں سی بدن میں اتر گئیں
اُس کا لباس اس کی جسامت پہ تنگ تھا

○

دُھند نے گھیر لیا، خوف نے کھینچا مجھ کو
کس قدر سخت ہوا زندہ بچانا مجھ کو

کیسے اب تجھ کو فراموش کیا جائے گا
ڈھونڈ کر لا دے کوئی دوسرا چہرہ مجھ کو

بند کر دے کوئی یہ آمد ورفتِ شب وروز
یکسرے پن نے کہیں کا بھی نہ رکھا مجھ کو

میں سرِ راہ پڑا تھا کوئی ٹھہرا نہ ذرا
وہ تو یہ کہیئے کہ خود میں نے بچایا مجھ کو

خوف آتا ہے قدم رکھتے ہوئے پانی میں
اتنا پیاسا نہ ہو پی جائے یہ دریا مجھ کو

○

میں کہ بہتان میری مٹی پر
یہ طلسمِ حیات توڑ ہی دوں

کوئی صورت نکل ہی آئے گی
ہر کسی سمت سے پکارتا ہوں

مرتبانوں میں خواب سجتے ہیں
فرش پر اپنی آنکھ پھیلا دوں

کوئی امکان تجھ میں ہو شاید
دو قدم تو ترے بھی ساتھ چلوں

تو مرا گھر میں انتظار کرے
اور تجھے میں گلی گلی ڈھونڈوں

○

میں لاپتہ ہوں ڈھونڈ کے لائے کوئی مجھے
نوکیلے خنجروں پہ چلائے کوئی مجھے

کل یادگار آج کی بن جاؤں بھی تو کیا
کل دیکھنے کو زندہ بچائے کوئی مجھے

اِک حاشیہ میں قلعہ کی صورت کھڑا ہوں میں
اک ضرب سی لگا کے گرائے کوئی مجھے

اک روز بے صدائی مری چاٹ جائے گی
مجھ تک کہیں سے کھینچ کے لائے کوئی مجھے

اک بار مل کے اُس سے بچھڑ جاؤں اِس طرح
دوبارہ پھر سے یاد نہ آئے کوئی مجھے

○

آنے والا تو ہر اک لمحہ گزر جاتا ہے
وہ غبار اُڑتا ہے انبار سا دھر جاتا ہے

کون سے غار میں گر جاتے ہیں منظر سارے
کن خلیجوں میں بھرا شہر اتر جاتا ہے

پتیاں سوکھ کے جھڑ جاتی ہیں چھٹ جاتے ہیں پھل
جس کو موسم کہا کرتے ہیں وہ مر جاتا ہے

لمس کی شدتیں محفوظ کہاں رہتی ہیں
جب وہ آتا ہے کئی فاصلے کر جاتا ہے

انتظار ایک بڑی عمر کا دریوزہ گر
جو بھی آتا ہے کوئی سِل یہاں دھر جاتا ہے

○

اڑتے ہوئے پرند کا سایہ نہ آیا ہاتھ
اتنا ہوا کہ میں ہی غباروں سے اٹ گیا

سب خانماں بدوشوں کے خیمے اکھڑ گئے
مجھ کو اکیلا دیکھ کے صحرا لپٹ گیا

دو پٹریوں کے بیچ کی دوری نہ طے ہوئی
گو میلوں لمبا راستہ منٹوں میں کٹ گیا

اِک دیو آیا اور اُٹھا لے گیا اُسے
ہر پیش و پس دھوئیں کی لکیروں میں بٹ گیا

○

بادشاہِ وقت ایرینا میں لہرا جائے گا
شیر کے پنجرے میں جب مجرم کو چھوڑا جائے گا

عہد ہے تو پایۂ تکمیل تک پہنچا اسے
بعد ازاں ورنہ یہ نخلِ جسم پتھرا جائے گا

رات کے اعصاب پر جب مردنی چھا جائے گی
شہر کا خالی بدن نیزوں سے چھیدا جائے گا

اک مسلسل خودکشی کے دور سے گزرے ہیں ہم
اب اگر تو نے ہمیں دیکھا تو گھبرا جائے گا

سنسنا اٹھیں گی دشتِ سنگ کی فصلیں تمام
اک بگولہ اڑ کے سارے شہر پر چھا جائے گا

○

دل کے نزدیک تو سایا بھی نہیں ہے کوئی
اس خرابے میں تو آیا بھی نہیں ہے کوئی

ہر سُراغ اپنی جگہ ریت میں معدوم ہوا
دور تک نقشِ کفِ پا بھی نہیں ہے کوئی

اپنے سوکھے ہوئے گُل دان کا غم ہے مجھ کو
آنکھ میں اشک کا قطرہ بھی نہیں ہے کوئی

دور سے ایک ہیولیٰ سا نظر آتا ہے
پاس سے دیکھو تو ملتا بھی نہیں ہے کوئی

کتنے دن ہوتے ہیں ہاتھوں میں قلم تک نہ لیا
کاغذوں میں نظر آتا بھی نہیں ہے کوئی

ایک ہی سطر لکھی تھی کہ یہ احساس ہوا
لفظ اور معنیٰ میں رشتہ بھی نہیں ہے کوئی

○

بے نام و بے نشاں کا تعاقب کیا نہ جائے
یوں تو سفر حیات کا آسان سا لگے

شوکیس میں سجائیں، نمائش میں بھی رکھیں
انساں نہیں تو، کوئی تو انسان سا لگے

باہر کے نوک اور پلک سب درست ہیں
اندر کی کائنات میں بحران سا لگے

کتنے گلاب اس میں ٹنکے اور نُچ گئے
دل آپ اپنی ذات میں گل دان سا لگے

مردہ دکھائی دیتا ہے تالاب کا بدن
اُڑتا ہوا پرند بھی بے جان سا لگے

○

دنیا جو بیچوں بیچ کھڑی تھی وہ ہٹ گئی
دونوں کے درمیان کی گہرائی پٹ گئی

تیرے قریب آیا تو ہر شے سے کٹ گیا
چھوٹے سے ایک نقطے میں دنیا سمٹ گئی

کمرے کا انتظام ترے ساتھ اُٹھ گیا
تیرے ہی پورٹریٹ پہ سیاہی اُلٹ گئی

سارے حواس اپنے مداروں سے ہٹ گئے
پہلو میں جس کا زور تھا وہ رگ ہی کٹ گئی

ہلکا سا ایک جھٹکا دیا تھا زمین نے
کمرے کے خط وخال کی ترتیب ہٹ گئی

O

دھوپ کھا کھا کر بدن کا رنگ کالا ہو گیا
میں جہاں ٹھہرا وہیں اک دشت پیدا ہو گیا

ہم زوال آمادہ تحریروں پہ سر دُھنتے رہے
جس لہو کی گرم فطرت تھی وہ ٹھنڈا ہو گیا

آدمی تھا عہدِ وسطیٰ کا کوئی ہیرو نہ تھا
اس قدر غم مجھ پہ ٹوٹے ہیں کہ دُہرا ہو گیا

اب کوئی آواز تیرا لمس چھو سکتی نہیں
تیرا جانا کیا ہوا میں جنگلوں کا ہو گیا

دیوتاؤں کی نشستوں پر نحوست چھا گئی
اور پھر ایسا ہوا ہر شخص اندھا ہو گیا

○

بے ہودہ بے مصرف سی یہ ذات مری
از سر تاپا چمگادڑ کی آنکھ میں تھی

ایک اپاہج لفظ مرا بھی حصہ تھا
مجھ کو بھی اک روز سزائے موت ملی

وہ بھی ہوا پیوست چٹانوں کے اندر
مجھ پر بھی اِک زہر بھری شمشیر گری

آنکھ کا پتھر ایک الاؤ رکھتا تھا
کیسے اِس تنّور کے اوپر فصل اُگی

○

آبلہ پا سنگ ریزوں پر چلا
اور اذیّت کا مزہ لیتا رہا

اس کے کانوں تک پہنچتی بھی نہیں
بیچ ہی میں ٹوٹ جاتی ہے صدا

بچ کے بھاگا ہی تھا اک دوزخ سے میں
دوسرے دوزخ میں آکر پھنس گیا

جلد کے اوپر بلیڈیں چل گئیں
اور میں جاسوسی کتب پڑھتا رہا

پاگلوں کے جمگھٹے سے دور اک
مقبرے میں روم کے سوتا رہا

○

کیا خبر روشنیاں پائیں ہم
یا کسی وادئ گم نام میں گر جائیں ہم

کس بلندی سے کھڑے ہو کے پکاریں تجھ کو
کون سے بام سے دل کھول کے بتلائیں ہم

زیست اب اپنے ہی اوسان سے گھبراتی ہے
تو کہے تو ترے سینے میں اتر جائیں ہم

سر پہ سورج ہے بدن جیسے کوئی تودۂ برف
کیا کہا جائے کہ کس روز پگھل جائیں ہم

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کدھر جاتے ہیں
اپنے امکاں میں اگر ہو تو پلٹ آئیں ہم

○

اپنی کڑواہٹیں کس جسم کے اندر بھردوں
سنگریزے سے لہو میں ہیں کہیں چیخ نہ دوں

تو جب آیا ہے کہ پتھرا گئیں آنکھیں میری
غار کے منہ سے جو یہ سنگ ہٹیں تو دیکھوں

تو ہی اک روز کسی برق کی مانند گرے
کتنی صدیوں سے تری سخت زمینوں پر ہوں

کوئی اترا ہی نہیں لفظ کی گہرائی میں
اپنے ہاتھوں سے ہی کیوں اپنی زباں کاٹ نہ دوں

دن جو آیا تو رگ وپے کا لہو چوس گیا
رات آئی تو ابابیلوں نے مارا شب خوں

○

کوئی پکار رہا ہو تو رُک بھی جاتا ہوں
میں سر پھرا ہوں مگر اتنا سر پھرا بھی نہیں

سڑک نے ڈال دیے سنسنا کے دست و پا
کس کی چیخ پہ لیکن کوئی رُکا بھی نہیں

زمیں پہ آگ لگی ہے میں اُلٹا لٹکا ہوں
کوئی درخت سے مجھ کو اُتارتا بھی نہیں

پہاڑ، کرچیاں بن کر لہو میں پھیل گیا
مگر یہ رات کا ٹھہراؤ ٹوٹتا بھی نہیں

میں دل کی سنگدلی کو شکست دوں کیسے
یہ شخص چوٹ پڑے تو کراہتا بھی نہیں

○

وہ توانائی کہاں جو کل تلک اعضا میں تھی
قحط سالی کے دنوں میں تیری یاد آتی رہی

ایک بے معنیٰ سی ساعت، ایک لایعنی گھڑی
جسم کے اُجڑے کھنڈر میں ایک عرصہ بن گئی

ایک جھٹکا سا لگا میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا
اُس کی آنکھوں سے نشے کی تیغ مجھ پر گر پڑی

جس پہ میرے خون کی واضح شہادت نقش تھی
میرے قاتل کی وہ ثابت آستیں بھی پھٹ گئی

چار دیواری کے گہرے غار میں سویا تھا میں
اور اک آواز سمتوں میں بکھر کر رہ گئی

○

میں ٹوٹ جاؤں تو کیا میں بکھر بھی جاؤں تو کیا
بلندیوں سے مجھے پھینکنے میں عار نہ کر

میں ہی آجاؤں گا اور تو بھی مل ہی جائے گا
اس اعتماد سے اب میرا انتظار نہ کر

میں آگ ہوں تو نہ کیوں تجھ میں پھیل ہی جاؤں
تو برف ہے تو پگھلنے کا انتظار نہ کر

○

آدھا زمیں نگل گئی آدھا فلک مجھے
اپنا پتہ مگر نہ چلا آج تک مجھے

کیسا یقیں، یقین ہے خود ایک التباس
اپنے وجود اپنے انا پر ہے شک مجھے

ان مسخ صورتوں کو ہی کوئی اجال دے
پہچانتے نہیں مرے نوک اور پلک مجھے

انگارہ بار ریت ہے میں ننگے پیر ہوں
دشوار ہے پہنچنا مرا گھر تلک مجھے

کچھ تیرا درد چاٹ گیا ہے مرا بدن
کچھ زندگی نے پی لیا اندر تلک مجھے

○

ہر ایک قدم گہرے کھڈ، دہشت ناک فضا، رستہ غائب
یا تو میں پہنچ جاؤں گا گھر تک یا ہو جاؤں گا غائب

سب ہی نے تلاشا، راہ تکی، نہ لوٹ سکا نہ ہاتھ آیا
خود کو بھی کبھی پھر مل نہ سکا، اک روز ہوا ایسا غائب

ہر ایک تعاقب بے معنیٰ، لمسوں کی حرارت لایعنی
جو جسم ملا سائے کی طرح، جو شخص ملا وہ تھا غائب

وہ پانچویں منزل، پٹری کا آغوش کھلا، دریا گہرا
اب ایسے ہی کچھ شارٹ کٹوں کا رستہ لے ہو جا غائب

جب گھر سے نکل آئے باہر، آسیب زدہ ماحول ملا
کچھ ننگے دھڑ، بے دست و پا، کچھ شعلہ صفت، چہرہ غائب

○

کیمرا دیکھو — نئے لمس کا جادو پرکھو
بوریت ختم نہیں ہونے کی کچھ بھی کرلو

یا تو آنکھوں کے دہانوں پہ کوئی سل رکھ لو
یاشب و روز ہی جادو کا تماشہ دیکھو

سحر کے زور سے ہو جاؤں میں غائب اِک دم
کتنی دلچسپ خبر ٹھہرے اگر ایسا ہو

یہ جو محفوظ رہا کرتا ہے اندر اندر
اپنے ہاتھوں سے ہی اس شخص کے ٹکڑے کردو

خوب دیکھا ہے کتابوں میں اتر کر میں نے
شعبدہ گر ہے ہر اک لفظ اگر غور کرو

○

خوف یہ کیسا مجھ پہ ہے طاری
مجھ کو چُن لے گی چار دیواری

برف اوڑھے پڑا ہوں میں کب سے
مجھ پہ ہے بیسویں صدی بھاری

پھر دراڑوں نے اپنے منہ پھاڑے
پھر ہے مجھ کو نگلنے کی باری

کیمرہ، اندروں نہ جھانک سکا
عجز تھا اس کا یا اداکاری

گرچہ ناکتخدا تھی ہر خواہش
تو نے سمجھی نہیں مری یاری

○

وہ سنگ دل تھا کہ دل میں کوئی ٹھہر نہ سکے
وہ سخت جاں تھی کہ جاں سے کبھی گزر نہ سکے

وہ آسمان ملا سر پہ سایہ کر نہ سکا
وہ سرزمین ملی جس پہ پاؤں دھر نہ سکے

گرے تو پھر نہ ہمیں دستِ آب نے چھوڑا
یہی ہوا کبھی دریا کے پار اُتر نہ سکے

ذرا سی جست لگائی تھی جھڑ گئے بازو
پھر اس کے بعد کبھی ہم اُڑان بھر نہ سکے

ہر اک خلا کو فقط پاٹنے کی فکر رہی
کسی خلیج کی گہرائی میں اُتر نہ سکے

○

گیلری ہی سے نہ چکھ تازہ ہوا کا ذائقہ
دُوب کو تلووں سے مَس کر پھول کالر میں لگا

خود کو ان الماریوں کے تنگ خانوں میں نہ رکھ
بلڈنگوں کی آنکھ سے باہر نکل کر بھی تو آ

سرخرو پھولوں کے چہرے خواب بن کر رہ گئے
ہر تناور پیڑ اک دھندلا تصور بن گیا

بلڈنگیں تھیں یا گپھائیں، راستے تھے یا سرنگ
بے سروپا منظروں کے بیچ چلاتا رہا

○

ایسا سناٹا کہ آواز نہ آئے کوئی
چیخنا چاہے مگر چیخ نہ پائے کوئی

سر کٹے سائے مرے گھر میں چھپے ہیں اور میں
جیسے سگریٹ کے مرغولے اڑائے کوئی

گھر کی دیوار پر اِک نقش بنا ہے ایسا
جیسے اِک جھیل ہو اور ڈوبتا جائے کوئی

کارٹونوں کی طرح لوگ نظر آتے ہیں
آدمی دوسرا جادو سے بنائے کوئی

عمر سرکس کے کسی شیر کے مانند کٹی
تازیانوں کے نشاں کیسے مٹائے کوئی

خوف اِک دیو کی صورت ہے مسلّط دن رات
کون سی سمت کہاں بھاگ کے جائے کوئی

○

اڑان بھرنے سے پہلے ہی پھٹ پڑی ہے زمیں
جہاں کھڑے تھے زمیں دوز ہوگئے ہیں وہیں

دھواں سا بنتا رہا اورمحو ہوتی رہیں
وہ صورتیں جو ابھی میرے گرد وپیش میں تھیں

جہاز ایک تھپیڑے میں پاش پاش ہوا
تمام آرزوئیں پانیوں میں ڈوب گئیں

کہ جیسے گرنے ہی والا ہے آسماں سر پر
کہ جیسے اپنے مداروں سے ہٹ رہی ہے زمیں

وہ اپنے آپ کو محفوظ ہی سمجھتا تھا
خود اس کے گھر کی فصلیں اسے بچا نہ سکیں

ہر ایک چیز مرا ساتھ چھوڑ دیتی ہے
مجھے یہ ڈر ہے کہ تو بھی بچھڑ نہ جائے کہیں

○

شکست خوردہ نہ بن جان کو نہ بھاری کر
وہ تیری سطح پہ آئے تو انکساری کر

بہت دنوں سے بہت خالی خالی رہتے ہیں
کبھی کبھی ہمیں غم دے کے غم گساری کر

ہر ایک شخص جداگانہ طرز رکھتا ہے
برائے تجربہ کچھ روز ہم سے یاری کر

ہمیں تو عمر ہوئی پانیوں کا رونا ہے
تجھے یہ کس نے کہا نہر خوں کی جاری کر

ہے آنسوؤں کا اگر قحط تیرے سینے میں
مرے لہو سے ہی کچھ اپنی آبیاری کر

○

ہر اِک حضور کا منظر غیاب ایسا ہے
یہ سوچنا تھا کہ میں خود ہی ہوگیا غایب

بہت دنوں سے کچھ اپنی خبر نہیں ملتی
کوئی بتائے کہ موجود ہوں میں یا غایب

ابھی ابھی جو مرے پاس سے نکل کے گیا
پلٹ کے دیکھا تو وہ شخص ہوگیا غایب

میں کیسے جسم تھا اور جسم سے ہیولیٰ بنا
وہ دیکھتا ہی رہا اور میں ہوگیا غایب

○

آیا تھا وقت آ کے کہیں اور بڑھ گیا
ہر زندہ شخصیت کو فریموں میں 'جڑ' گیا

دنیا کسی سلوک کے قابل نہیں رہی
اُس کو گلے لگا کے میں مشکل میں 'پڑ' گیا

ڈیرے جما لئے تھے چڑیلوں نے دربدر
کیا کرتا میں بھی اونچے درختوں پہ چڑھ گیا

قاتل کی آنکھ دیکھ رہی تھی مرا بدن
میں اس میں ڈھول جھونک کے سینے پہ چڑھ گیا

○

وہ میری جان کا دشمن تھا آملا مجھ سے
یہ میرا دوست تھا مجھ سے بچھڑ گیا، آخر

وہ تیشے مجھ پہ چلائے گئے کہ کٹ کٹ کر
میں اِک پہاڑ تھا ذرّوں میں بٹ گیا، آخر

ہوا کرے گی تعاقب کہاں تلک میرا
کہ مجھ پہ ختم ہے لمحوں کا سلسلہ، آخر

اکھڑ ہی جائیں گے خیمے گداز مٹی سے
طنابیں ٹوٹ ہی جائیں گی دیکھنا، آخر

○

اِک اشتہار سا دیوار پر لگا کے مجھے
وہ کر گیا ہے بہت دور پاس لا کے مجھے

دِکھا رہا ہے تروتازہ پھل منڈیروں سے
کنویں کے گہرے خلا میں کوئی گرا کے مجھے

رگوں میں زہر بجھی سوئیوں کے ٹکڑے ہیں
یہ کس نے چھوڑ دیا ہے گلے لگا کے مجھے

نکل کے آئے تو چٹان گر پڑی ہم پر
وہ لے گیا تھا سرنگوں سے بچ بچا کے مجھے

پھنسا ہی تھا ابھی جادوگروں کے نرغے میں
کہ اِک پری لے اُڑی تخت پر بٹھا کے مجھے

○

جو چہرہ مجھ کو ملا میرا آشنا سا لگا
کبھی پڑھا ہو جسے یوں کتاب آسا لگا

میں ریزہ ریزہ بُرادہ تھا سر سے پاؤں تک
بکھر بکھر گیا دھکّا اگر ذرا سا لگا

ہر ایک سمت ہی دیوارِ آب تھی اس کے
مگر وہ مجھ سے زیادہ مجھے پیا سا لگا

میں اپنے آپ کو کب تک اذیتیں دیتا
مجھے تو روٹھنا اس کا بہت بُرا سا لگا

وہ بار بار مجھے دیکھتا تھا بچ بچ کر
میں اُس نگاہ میں ہر بار دوسرا سا لگا

○

صف بستہ لشکروں کے مقابل ہزار تھے
اپنی نکیلی پیٹھ پر ہم بھی سوار تھے

تلوے پھٹے ہوئے تھے سفر خاردار تھے
تیشوں کے دشتِ شہر میں سب آر پار تھے

پھینکا گیا تھا ہم کو غلیلوں سے بار بار
جن پتھروں پہ ٹوٹے وہی نوک دار تھے

پھر سا نکلیں ہلیں نہ کبھی ڈیوڑھی ہنسی
رشتے ضرورتوں کے تحت برقرار تھے

خیمے تنے تھے ریت کے دریا کے چاروں اور
پیاسے گلے بھی سوکھ کے خنجر کی دھار تھے

○

ایک سوکھی ہڈّیوں کا اِس طرف انبار تھا
اور اُدھر اُس کا لچیلا گوشت اِک دیوار تھا

ریل کی پٹڑی نے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے
آپ اپنی ذات سے اُس کو بہت انکار تھا

لوگ ننگا کرنے کے درپے تھے مجھ کو اور میں
بے سروسامانیوں کے نشے میں سرشار تھا

مجھ میں خود میری عدم موجودگی شامل رہی
ورنہ اس ماحول میں جینا بہت دشوار تھا

ایک جادوئی چھڑی نے مجھ کو غایب کر دیا
میں کہ الف لیلیٰ کے قصے کا اہم کردار تھا

○

ہم سے خوش رنگ جمیلوں کی خبر لے آ کر
ورنہ پریاں نہ اُڑالیں کہیں تنہا پا کر

تو ہے اک جسم تو پھر ہم پہ بھی کچھ سایا کر
ہم تو اندھے ہوئے ان روشنیوں میں آ کر

کون کہہ سکتا ہے کچھ دیر میں کیا ہو جائے
کوئی جاتا ہے ذرا دیر مجھے ٹھہرا کر

ہم سلگتی ہوئی پتھر کی سِلوں پر تڑپے
اور وہ سوتا رہا خواب میں ہم کو لا کر

لوگ تو خود ہی امانت تھے کسی جابر کی
ہم ہی شرمندہ ہوئے دستِ تہی پھیلا کر

○

ہم نے سمندروں کی تہوں میں گزار دی
وہ زندگی کہ جس کی بناوٹ میں آگ تھی

پھیلائے ہی تھے میری طرف اس نے دونوں ہاتھ
پیچھے سے جانے کس نے اِک برچھی اتار دی

تجھ کو گلے لگایا تو یہ راز بھی کھُلا
تیرے بدن میں میرے لہو کی بھی باس تھی

دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر پچک مجھے
محسوس کچھ تو ہو کسے کہتے ہیں زندگی

ہم کو کہیں ملا نہ اللہ دین کا چراغ
ورنہ تجھے بُلانا بڑی بات بھی نہ تھی

○

کیسی پتھر بازیاں تھیں کیسی تلواریں گریں
اتنی غیر آبادیاں پہلے کبھی دیکھی نہ تھیں

شہر نا محفوظیت کے دائرے میں آگیا
یوں ہوا پھر بلڈنگیں آپس میں سب ٹکرا گئیں

دیکھتے ہی دیکھتے لاشہ زمیں پر آپڑا،
تیز اور نوکیلی منقاریں بدن میں گڑ گئیں

میں نے بھی اک پل میں اس کو کر دیا ذہنوں سے محو
اور اس نے بھی پلٹ کر اک نظر دیکھا نہیں

راستہ روکے کھڑی تھیں آڑی ترچھی گردشیں
اور ہمارے چاروں جانب کانچ کی دیواریں تھیں

○

کہیں کہیں سے اگر جلد کو ذرا چھیلیں
اُبل پڑیں کئی تیزاب سے بھری جھیلیں

یہ جسم ہے کہ کوئی شہرِ الف لیلیٰ ہے
ہر ایک سمت جہاں گاڑھ دی گئیں کیلیں

اُڑا کے مجھ کو کسی دشت میں نہ پھینک آئیں
یہ روم روم سے چپکی ہوئیں ابابیلیں

ہر ایک آدمی کچھ زہرناک ہوتا ہے
اُچاٹ ہو کے کسی روز خود کو ہی پی لیں

میں ایسا بچہ تھا، نالی میں جس کو پھینک دیا
بلکتا دیکھ کے مجھ پر جھپٹ پڑیں چیلیں

○

وہ سنگ پاش اذیّت تھی تاب لا نہ سکا
میں اپنی چیخ میں پیوست ہو کے گونج اُٹھا

تراش دے کسی خنجر سے میرے دست وپا
مرے حواس کو چمگادڑوں کا خون پلا

میں ایک کانچ کا پر تولتا پرندہ تھا
اُڑان بھر نہ سکا اور چھن سے ٹوٹ گیا

جو چہرے ہو گئے منسوخ ان پہ لعنت بھیج
اُکھڑ گئے ہیں جو خیمے اُنھیں اب آگ دکھا

جو کوب پیٹھ پر اُگ آئی ہے تراش اسے
جو سینگ سر پہ نکل آئے اُن کو چھانٹ ذرا

اذیّتیں ہیں بہت ہیملیٹ بننے میں
مری طرح سے کلاؤن بن کے عمر بِتا

○

پَر لگائے اژدہوں کا ہجوم آ گیا
اور اِدھر اُدھر کئی خندقیں بنا گیا

گولیوں کی سنسناہٹ سے شہر اٹ گئے
خامشی کا تن بدن خون میں نہا گیا

کھال ساری چھل گئی ہونٹ سارے پھٹ گئے
اک جہاز آیا اور خال و خط مٹا گیا

میں پرو دیا گیا آتشیں سلاخ میں
اور فرشیوں کا اک بوجھ اُس پہ آ گیا

انگ انگ توڑ کر ہڈیاں نچوڑ کر
اِک ذرا سے گھونٹ میں سارا زہر آ گیا

○

یہ کس نجات کا تو راستہ بتاتا ہے
ہر ایک راستہ دوزخ کی سمت جاتا ہے

میں بار بار گلائیں لگائے جاتا ہوں
بجا بجا کے کوئی ڈگڈگی نچاتا ہے

اذیّتوں کے ہنر سے وہ باخبر ہے بہت
روانہ ہونے سے پہلے گلے لگاتا ہے

میں بار بار لگاتا ہوں جست اُس کی طرف
وہ ہے کہ ریڑھ کی ہڈّی میں سرسراتا ہے

اُسے یہ کیسے بتاؤں کہ ہے اکارت سب
خطوط لکھتا نہیں انگلیاں جلاتا ہے

○

خود اپنے آپ میں ناخن گڑوئے جاتا تھا
لہولہان تھا اور قہقہے لگاتا تھا

قدم قدم وہ بچھڑتا چلا گیا مجھ سے
میں بار بار اُسے راستہ بتاتا تھا

سنپولے تیر رہے تھے لہو کی باگڑ میں
میں بھاگتا تھا وہ مجھ کو گلے لگاتا تھا

وہ تاب کاریاں جو تیرے آس پاس ملیں
میں اپنے آپ کا اُن سے سُراغ پاتا تھا

خود اپنے پر ہی گھنا پیڑ بن کے ٹوٹ گرا
وہ برق رو تھی کہ میں چیخ چیخ جاتا تھا

○

جانم! دنیا سخت بہت
ہم بھی تھے کم بخت بہت

مجھ کو بہت یہ خاک مری
گرچہ تاج و تخت بہت

جست بہت اک پانو بھر
اک مٹھی بھر رخت بہت

سہل بہت تھیں کچھ راتیں
کچھ دن تھے خوش بخت بہت

یوں بھی کیا اوقات مری
ایک دلِ صد لخت بہت

IBARAT

by

Ateequllah

ISBN 978-93-80919-40-8